

قینچی

2020 میں کیمسٹری کانوبل پرائز دخواتین سائنسدانوں کو دیا گیا ہے۔ انکے نام، جینیفر ڈودنا (Jennifer Doudna) اور ایمونول چارپینٹر (Emmanuelle Charpentier) ہیں۔ یہ عظیم خواتین، امریکہ اور فرانس سے تعلق رکھتی ہیں۔ دونوں کا تعلق تحقیق اور ترسیل علم سے ہے۔ انکے عظیم کام کے متعلق لکھنا آز خد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حرمت انگریز سائنس کاوش ہے۔ اسکو انگریزی میں Gene Editing کا نام دیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کی پیدائش سے پہلے مخصوص جینز کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور اس میں بیماریوں کے تمام خلیے ختم کیے جاسکتے ہیں۔ یعنی یہ ایک طرح کی قینچی ہے۔ جس سے آنے والی نسلوں میں پیدا ہونے سے پہلے مہلک اور ادنیٰ جسمانی امراض کو ختم کیا جاسکتا ہے، کاٹا جاسکتا ہے۔ یہ قینچی، انسان کی سماجی زندگی میں کیا تبدیلی لائیگی، اسکے متعلق کچھ بھی کہنا قبل آز وقت ہے۔ بہر حال یہ سائنسی تحقیق دنیا کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ سب کچھ مغرب میں وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ مشرق سے اسکا کوئی لینا دینا نہیں چاہیے۔ اسیلے کہ ہمیں اپنی جہالت اور علمی پر بھر پور فخر ہے۔

گزارش کرنے کا مقصود سادہ سا ہے۔ امریکہ، فرانس، جرمنی اور برطانیہ جیسے ممالک، علم اور سائنسی تحقیق کی اس منزل پر پہنچ چکے ہیں، جس مقام پر پہنچنا تو درکفار، ہمیں اسکا ادارک تک نہیں ہے۔ سائنسی، سماجی، ذہنی ٹھہراؤ اور پختگی کے اعتبار سے ہمارا خطہ اس وقت ترقی یافتہ دنیا سے کم از کم ایک ہزار برس پیچھے ہے۔ ہم ذہنی اور فکری طور پر ”پتھر کے زمانے“ میں رہ رہے ہیں اور شائد الگی کئی صدیاں بالکل اسی طرح گزار دیگیں۔ مغرب کے مسائل اب آنے والے انسانوں کو بیماریوں سے مبرأ کرنا ہے۔ تو اسکے مکمل طور پر عکس، ہمارا سوچنے کا ڈھنگ متضاد طور پر مختلف اور ہمارے مسائل آز خد بندیا دی درجہ کے ہیں۔ ہمارے ذہنوں سے دلیل اور منطق کو ایک خاص منصوبہ بندی سے ختم کر دیا گیا ہے۔ اسکی جگہ پر بنیاد پرستی، جہالت، لائچ اور انقاوم کی پیوند کاری کی گئی ہے۔ اسلامی دنیا کی بات نہیں کرنا چاہتا۔ اسیلے کہ اب ہمارا ملک، اکثر مسلمان ممالک سے بھی کافی فاصلے پر ہے اور یہ دوریاں بڑھتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ ویسے اسلامی دنیا کا الفاظ مناسب نہیں۔ کیونکہ ”نیشن سٹیٹ“ کے بنے کے بعد یہ وحدت کہیں بھی عملی طور پر نظر نہیں آتی۔ بہر حال افسانوی طور پر بھر پور طور پر موجود ہے۔ غور فرمائیے کہ ایک طرف خلا کی تسبیح کی بات ہو رہی ہے اور دوسری طرف آٹا جنی اور بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی میں ناکامی کا سامنا ہے۔ چلیے، میری بات نہ مانیں۔ حالانکہ کسی بھی تعصب کے بغیر سوچنے اور لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بذاتِ خود، مسائل کی ایک فہرست بنائیے۔ ہو سکتا ہے کہ میری اور آپکی ترتیب میں کچھ فرق ہو۔ مگر اکثر چیزیں مشترک ہونگی۔ لوگوں کو چاہیے کیا؟ تیرہ سے چودہ کھانے پینے کی سنتی چیزیں، باعزت روزگار، سر پر ایک چھت، ذلت اور توپین سے مبرائی، علاج کیلئے دوا اور معیاری ہسپتال، اچھے درجے کی تعلیم اور ریاست میں امن اور تحفظ۔ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ کیا تہتر برس سے ان میں سے ایک بھی عضر کوئی بھی حکومت دینے میں کامیاب ہوئی ہے۔ کم از کم طالب علم کا جواب مکمل نفی میں ہے۔ ہاں، نعرے، جملہ بازی اور جھوٹے دعوے ضرور ہیں۔ ہمیں ڈنڈے کے زور پر حکم دیا جاتا ہے کہ جھوٹ کو مکمل سچ تسلیم کیا جائے اور کسی بھی مسئلہ کا ذکر رکھنے کیا جائے۔ کیونکہ

ان کا اصرار اور نشان دہی ملکی مفاد کے خلاف ہے۔ ان مسائل پر غور کرنے سے انسان واقعی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ ہمارے ملک کی بھرپورنا کامی ہے۔ مگر ڈھول بجا کر حکم دیا جاتا ہے کہ نہیں، کہو، کہ ہم مکمل طور پر کامیاب ہیں۔

ایک ایک کر کے کسی بھی مسئلہ پر غور کر لیجئے۔ کھانے پینے کی اشیاء کی فراہمی اور انکی قیمتوں پر نظر ڈالیں۔ منافقت کی انتہاد کیے کر آپکے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ چلیے، آٹے کی بات کریں۔ کسان سے ایک ایک دانے کی خریداری پر حکومت کی اجارہ داری ہے۔ انتظامی سختی کے زیر اثر، گندم خریدی جاتی ہے۔ اسکو محفوظ رکھنے کیلئے بھی حکومتی گودام ہیں۔ پھر، فلور ملوں کو گندم کی ترسیل بھی حکومتی اختیار میں ہے۔ اسکی قیمت فلور میں، صرف اور صرف اپنے طور پر بڑھانے کی استطاعت نہیں رکھتیں۔ لازم ہے کہ طاقتور لوگ، ہر مرحلے پر اس پورے نظام پر شب خون مار کر لوگوں کی رگوں سے پیسہ نچوڑتے ہیں۔ اس تمام ظلم کی ذمہ داری کس کی ہے۔ کسی بھی حکومت کی۔ مگر نہیں، ہم معاں ملے کو سیاسی بنا کر ظالم کا ساتھ دیتے ہیں اور مظلوم سوائے ہنگا آٹا خریدنے کے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ ہاں، اگر کسان احتجاج کرنے کی جرأت کرے کہ اسے اپنی زرعی اجناس کے مناسب نرخ نہیں مل رہے تو ان پر گرم پانی اور کیمیکل کی بارش کی جاتی ہے۔ صرف ایک دن پہلے، ایک کسان، ملک اشفاق لنگر یاں، پولیس کے ہاتھوں جائز احتجاج کرتے ہوئے مارا گیا۔ مگر اسکا خون نا حق بھی کسان کے دن پھیرنے کیلئے ناکافی ہے۔ صرف اور صرف آٹے کی بات کر رہا ہوں۔ یعنی، روٹی کی۔ وہی روٹی، جسکے کم ہونے سے روں کی بادشاہت زمین پر گرگئی تھی۔ فرانس میں لاکھوں لوگ مارے گئے تھے۔ دنیا کے ہر انقلاب اور خونی تبدیلی کے پیچھے صرف اور صرف روٹی یعنی کھانے کی عدم دستیابی ہے۔ پاکستان کیا اس راہ پر گامزن ہے؟ اس پر کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی بھی حکومت اس بنیادی مسئلہ کو حل نہیں کر سکتی تو اسکے وجود کا جواز کیا ہے۔

یہ اتنا ہم نکلتے ہے کہ اس پر سمجھیدہ بات کرنی بہت ضروری ہے۔ امریکہ میں ایک قربی دوست، ڈاکٹر شاقب رzac سے اکثر بات ہوتی رہتی ہے۔ چند دن پہلے، ثاقب سے خصوصی طور پر پوچھا کہ کیا کورونا کی وباء سے وہاں کھانے پینے کی بنیادی اشیاء کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے کہ نہیں۔ ڈاکٹر کا جواب از حد لچسپ تھا۔ کورونا کے آغاز میں چند لوگوں اور دکانوں نے زخیرہ اندوڑی کی بدولت قیمتوں کو بڑھایا تھا۔ مگر حکومت نے اسکا فوری طور پر نوٹس لیا اور ان منفی لوگوں کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ نتیجہ یہ کہ ڈبل روٹی، دودھ اور الیسی تمام اشیاء کی قیمتوں اعتدال پر آگئیں۔ حکومتی اختیار کو عام لوگوں کی بہتری کیلئے استعمال کیا گیا۔ نہ کہ لاہور میں کسان اتحاد کے اراکین کو قتل کرنے کیلئے۔ یہ فرق ہے ایک کامیاب ملک اور ایک مکمل ناکام ریاست میں۔ شائد آپکو ناکام کا لفظ گراں گزرے۔ بنیادی مسائل حل نہ کرنے والی حکومت بہر حال کامیاب نہیں کہلاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ”حکومتی رٹ“، مکمل طور پر غائب ہے اور اگر کبھی ”جلال شاہی“، محسوس بھی ہوتا ہے تو غریب کے خلاف اور امیر کے حق میں۔ کیا حکومت کیلئے بنیادی چیزوں کی مناسب نرخوں پر فراہمی واقعی ناممکن ہے؟ گمان ہے کہ اگر مضبوط حکومت ہو، تو ہرگز نہیں۔ مگر ضعیف حکومتوں کیلئے شاہد ناممکن!

کسی بھی سیاستدان اور سیاسی جماعت سے کوئی لینا دینا نہیں۔ کیونکہ کوئی بھی بھرپور طریقے سے لوگوں کے مسائل حل کرنے کیلئے کوشان نہیں۔ یہ از حد سیانے لوگ ہیں۔ جس رفتار سے اُنکی ذاتی دولت بڑھتی چلی جاتی ہے، یہ اسی رفتار سے مزید جمہوریت

پسند ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اب تو ان میں ”امام“ بھی پیدا ہو چکے ہیں۔ مٹی میں ملنے سے پہلے صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ قیام پاکستان سے لیکر اب تک، عوامی بہبود کے جو دعوے اور اعلانات کیے گئے تھے، انکو حقیقت میں کوئی تو تبدیل کر دے۔ باعزت روزگار کیا واقعی نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا حق نہیں ہے۔ بالکل ہے۔ مگر کیا یہی، یعنی روزگار کا مسئلہ ہمارے قومی سطح کے سیاستدانوں کی اولاد کا بھی ہے۔ ہر گز نہیں۔ انہیں تو پیدا ہی حکومت کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ بیوقوف تو ہم ہیں، جو ان پر اعتبار دراعتبار کر رہے ہیں۔ مغربی دنیا سے مجبوراً مثال دے رہا ہوں۔ سابقہ امریکی صدر، براک اُباما کی بیٹی، واشنگٹن میں ایک معمولی سے ریسٹورنٹ میں ویٹر کا کام کرتی رہی۔ آنے جانے کیلئے قصیر صدارت کی گاڑی نہیں، بلکہ عام بس میں سفر کرتی تھی۔ یہ ایک غیرت مندرجہ یہ ہے۔ ہمارے ہاں، تمام اکابرین، سرکاری سہولتوں کو اولاد کیلئے مختص کر دیتے ہیں۔ کسی بھی شرم اور بغیر کسی ہچکچا ہٹ کے۔ پنجاب کے ایک پرانے گورنر صاحب نے سرکاری پول سے سانحٹ گاڑیاں، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کر رکھی تھیں۔ تمام پڑوال مکمل طور پر فری تھا۔ جو کام براک اُباما جیسا مضبوط صدر، سورج تک نہیں سکتا تھا، وہ ہمارے جیسے ملک میں حکمران لوگ آنکھیں بند کر کے کیے چلے جا رہے ہیں۔

النصاف کی فراہمی کے متعلق کچھ نہیں لکھنا چاہتا۔ بذاتِ خود شدید ناصافی کا شکار رہا ہوں۔ ہمارے نظام انصاف میں سب کچھ ہے۔ کر سیاں ہیں، چبوترے ہیں، عمال ہیں، مگر صرف ایک چیز نہیں ہے، اور وہ ہے انصاف۔ اور معدرات کے ساتھ، کسی کو اسکی فراہمی میں کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اس بار، کمیٹری میں نوبل پرائز لینے والی دونوں عظیم خواتین کی خدمت میں پیش ہوں۔ عرض کروں کہ مجھے ناکارہ جیز کی کوئی پاکستانی قیچی بنا دیں۔ قیچی سے اس قوم کے خلیوں میں سے ظلم سہنے کی جیز نکال دوں۔ بے بسی کی کیفیت والا خلیہ بھی ختم کر ڈالوں۔ شائد اس عظیم قیچی سے ہی ہماری آنے والی نسلوں کیلئے حالات بہتر ہو جائیں؟!

راوِ منظر حیات